ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

اُردو زبان کی اہمیت اور اس کا سرکاری سطح پر نفاذ

Importance of Urdu language and its implementation at official level

ساجد علی امیر

پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اردو، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی فیصل آباد

سعدیہ بی بی

پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اردو، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی فیصل آباد

افزاء الطاف

پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اردو، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی فیصل آباد

Abstract:

In the early stages of its evolution, Urdu was known by various regional and other names. This language did not originate in a specific region or period; instead, its formation and development were significantly influenced by the languages of different regions of the Indian subcontinent and other world languages. Urdu became the lingua franca of the Indian subcontinent during the era of Muslim rule and is now considered a global and universal language. Its nature is hybrid, and its structure is inherently flexible, which accommodates diverse influences well. The emergence of Urdu is the result of a gradual evolution, preserved from any artificial modifications. The status of Urdu as a confluence of various languages has shaped its unique character, distinguishing it from other world languages. This article will explore the historical, civilizational, cultural, and linguistic factors that underscore the need and importance of Urdu, and will argue for its implementation at the official level.

Keywords: Evolution,Urdu,Relative,language,Subcontinent,Communication,Universal,Flexible, Fabrication,Artificiality,Historical

جس زبان کو آج اردو کہا جاتا ہے، یہ اپنے ابتدائی ادوار میں علاقائی اور دیگر نسبتی ناموں سے جانی جاتی تھی۔ اس زبان نے کسی مخصوص علاقے یا کسی مخصوص دور میں جنم نہیں لیا بلکہ اس کی تشکیل و تعمیر میں برصغیر پاک وہند کے مختلف خطوں کی زبانوں اور عالمی زبانوں (خصوصاً ہندی' عربی، فارسی، ترکی اور انگریزی) نے بڑا نمایاں حصہ لیا ہے۔ اردو زبان کے وجود کو چند ایک وجوہات کی بنیاد پر مسلم حکمرانوں سے منسوب کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اردو زبان کا بنیادی ڈھانچہ، برصغیر پاک وہند میں مسلم حکمرانوں کی آمد سے قبل تشکیل پارہا تھا۔ بعض محققین نے اردو زبان کی قدامت کا سراغ کول، منڈا اور دراوڑی عہد تک لگایا ہے۔ برصغیر پاک وہند میں اردو کو مسلم حکمرانوں کے دور میں رابطے کی زبان کی حیثیت حاصل ہوئی۔ اگرچہ اُس وقت اردو کو دربار تک رسائی نہیں تھی تاہم عوام کی ترجمان یہی زبان تھی۔ اس زبان کی عوامی مقبولیت اور دیگر اہمیت و افادیت کے پیش نظر انگریزوں نے اسے ۱۹۳۷ء میں سرکاری زبان کا درجہ دیا۔

اردو کا شمار برصغیر پاک وہند یا جنوبی ایشیا کی اہم زبانوں میں ہی نہیں بلکہ عالمی زبانوں میں ہوتا ہے۔ یہ آفاقی نوعیت کی زبان ہے۔ اس کا مزاج امتزاجی ہے۔ اردو کا ڈھانچہ فطری طور پر لچکدار ہے۔ اس میں مختلف زبانوں کے الفاظ بڑی عمدگی سے سماجاتے ہیں۔ اردو کی یہ خاصیت اُسے مقامی اور عالمی زبانوں میں منفرد بنادیتی ہے۔ اردو میں جغرافیائی سرحدوں سے ماوراہونے کی صلاحیت بدرجہ اُتم موجود ہے۔ اردو نے ثقافتی شعور، اجتماعی تشخص اور مشترکہ انسانی تجربے کو اس طرح سے پیش کیا ہے کہ وہ قومی سطح سے بلند ہو کر عالمی سطح پر اپنی پہچان قائم کرلیتا ہے۔ جس سے اردو زبان کے اثر و نفوذ کا علاقہ بہت وسیع ہو جاتا ہے۔ سلطان محمود شاہین اردو زبان کی انفرادیت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"یہ زبان اپنے کئی انفرادی پہلوؤں
اور خاصیتوں کی وجہ سے دنیا
کی تمام زبانوں پر فوقیت رکھتی
ہے اور اگر صدقِ دل سے اس زبان

پر تحقیق و جستجو کی جائے تو
اسے عرب و عجم تو کیا پورے
یورپ و ایشیا میں ایک عالمی زبان
کے طور پر متعارف کرایا جا سکتا
ہے۔"(۱)

اردو کا ظہور کسی ہنگامی صورتِ حال یا کسی انقلاب کی بنیاد پر نہیں ہوا بلکہ تدریجی ارتقا کا نتیجہ ہے۔ اس کا وجود ہر قسم کی بناوٹ اور تصنع کاری سے محفوظ ہے۔ یہ بات تحقیق سے ثابت ہے کہ اردو نے دیگر زبانوں سے علمی، ادبی اور فکری سطح پر کسب فیض کیا ہے۔ لیکن اس کا غالب رجحان اکتسابی نہیں بلکہ فطری ہے۔ اردو کے ارتقا کے ابتدائی ایام میں اس کا دائرہ کار اس قدر وسیع نہیں تھا۔ یہ محض تبلیغی مقاصد تک محدود تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ اردو نے مقامی اور اور بین الاقوامی زبانوں سے اپنا تعلق استوار کیا ۔ زندگی اور وقت کے بدلتے تقاضوں کا بھرپور ساتھ دیتے ہوئے اظہار و ابلاغ کے نئے پہلو متعارف کروائے۔ جس سے اردو کی لسانی اور لفظی قوت میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ اب اردو اس قابل ہو گئی ہے کہ پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کو بھی بڑی آسانی سے بیان کر سکتی ہے۔

اردو بنیادی طور پر اشتراکی زبان ہے۔ مختلف زبانوں کے اشتراک سے اردو ہمہ گیر اور ہمہ پہلو زبان بن گئی ہے۔ اردو کی حیثیت مختلف زبانوں کے مرکب کی ہے۔(۲) مختلف زبانوں کی آمیزش نے اردو کے مزاج کی تشکیل اس انداز سے کی ہے کہ وہ دنیا کی ساری زبانوں سے ممتاز نظر آتی ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر رقم کرتے ہیں۔

"دیگر زبانوں کے مقابلہ میں اردو
یوں منفرد حیثیت حاصل کر لیتی
ہے کہ یہ مختلف تہذیبوں اور
کلچرز کے امتزاج سے معرض وجود
میں آئی، اسی لیے اردو کے ذخیرہ
الفاظ میں مختلف زبانوں کے الفاظ
کی آمیزش نے اسے ایسا منفرد
ذائقہ دیا ہے جسے اردو ہی سے
مخصوص سمجھا جا سکتا ہے۔(۳)

اردو مقامی اور عالمی زبانوں کی تہذیب و ثقافت کا حسین مرقع ہے۔ اس میں تقریباً ہر عالمی زبان کا رنگ ملتا ہے۔ عالمی زبانوں کے حسن، دلکشی، جاذبیت، شائستگی، سلاست، روانی۔ تنوع اور دیگر خصائص کا مشاہدہ اردو زبان کی ساخت و پرداخت میں کیا جا سکتا ہے۔ اردو دیگر زبانوں کے ساتھ جس طرح رواداری کا مظاہرہ کرتی، اس کی مثال دنیا کی کسی اور زبان میں نہیں ملتی۔ اردو نے ہر ایک زبان کے فکر و خیال، تخیل اور الفاظ کے لیے اپنے دروازے کھلے رکھے ہیں۔ اس کے ہاں اپنے اور پرائے کی کوئی قدغن نہیں ۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے مطابق:

"آج وہ اپنے مزاج اور اپنی ساخت
کے لحاظ سے زبانوں کی ایک
ایسی انجمن ہے جس میں شرکت
کے دروازے ہر زبان کے الفاظ پر
یکساں کھلے ہیں"(۴)

اردو محض عربی، فارسی اور مقامی زبانوں کی انجمن نہیں بلکہ اس میں دنیا کی ہر قوم اور ہر زبان کے الفاظ موجود ہیں۔(۵)اردو کے ارتقا کا مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ اس کی فطرت میں یہ خاصیت موجود ہے کہ وہ دنیا کی مختلف زبانوں کو ایک وحدت میں ڈھال سکے۔اردو اُن عالمی زبانوں میں سے ایک ہے، جن کا ارتقا جمہوری بنیادوں پر ہوا ہے۔اردو نے دوسری زبانوں سے ردو قبول کے سلسلے میں جمہوری طرز عمل اپنایا ہے اور کسی زبان کی آمریت کو قبول نہیں کیا۔اردو نے مختلف زبانوں کے اُن فکر و خیال اور الفاظ کو قبول کیا ہے جو اس کی فطرت سے مطابقت رکھتے ہیں۔اردو نے دوسری زبانوں سے الفاظ لیتے ہوئے ان کی نوعیت اور معنی میں خاطر خواہ تبدیلی کی ہے، من و عن قبول نہیں کیا۔اردو کی ساخت اور بناوٹ میں یہ جادو ہے کہ وہ جس چیز کو چھو لیتی ہے وہ اسی کی بن جاتی ہے۔اردو دوسری زبانوں کے الفاظ و خیالات کو اس طرح سے اپنا لیتی ہے کہ یہ گمان ہی نہیں ہوتا کہ یہ الفاظ کسی دوسری زبان کے ہیں۔اردو کی ساخت یا ڈھانچہ خالصتاً مقامی ہونے کے باوجود نہایت وسیع، لچکدار اور مفاہمت پسند ہے۔اس میں بدیسی زبانوں سے لیے گئے اسماخوب سما جاتے ہیں۔لیکن بدیسی زبانوں کے افعال اور حروف قبول نہیں کرتا۔اس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اردو کسی زبان کی کلی طور پر مقلد یا تابع نہیں ہے۔

"حروف تہجی سے لے کر الفاظ
کی ساخت، جملوں کی بناوٹ،
صرف و نحو کے قاعدے سے الفاظ
کے استعمال اور فصاحت و بلاغت
تک سب میں اردو کا اپنا ایک
منفرد اسلوب اور مخصوص لب و
لہجہ ہے۔وہ کسی بیرونی زبان کی
مقلد یا تابع نہیں ہے۔"(۶)

اردو تقلیدانہ رویہ اختیار نہیں کرتی بلکہ اجتہادانہ رویہ اپناتے ہوئے بطور زبان اپنی شناخت قائم کرتی ہے۔اردو کو لب و لہجے، رکھ رکھاؤ، روزمرہ و محاورہ، انداز بیان، موضوع، مواد، مختلف الفاظ کے استعمال اور ایجاد کے حوالے سے دیکھا جائے تو بھی یہ ایک الگ زبان کی حیثیت رکھتی ہے۔اس نے اپنی بناوٹ یا ساخت، مرکبات کے اصول و قواعد میں ہر زبان سے استفادہ کیا ہے۔لیکن مجموعی طور پر کسی کی پابند نہیں رہی۔(۷) اردو کا تعلق ہندیورپی خاندان کی شاخ ہند آریائی سے ہے۔ہندیورپی دنیا کی بڑی اور عالمی زبانوں کا خاندان ہے۔اردو اس خاندان سے اپنا تعلق ہند آریائی کے ذریعے قائم کرتی ہے۔اردو کے رسم الخط میں حروف تہجی کی تعداد دنیا کی دوسری زبانوں کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ڈاکٹر انور سدید کے نزدیک:

"اس زبان کے نظام تہجی نے
آریائی اور سامی دونوں
خاندانوں سے فائدہ اٹھایا ہے۔اس
اس زبان کے حروف زیادہ سے
زیادہ آوازوں کو ادا کرنے پر قادر
ہیں اور اس میں ایسی آوازیں بھی
موجود ہیں جو دنیا کی متعدد
دوسری زبانوں میں موجود نہیں۔"(۸)

JAHAN E TAHQEEQ جہانِ تحقیق
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

اردو کی اہمیت خاندان، رسم الخط، حروف تہجی کی تعداد اور ان کی اصوات کے حوالے سے بھی دنیا کی بڑی زبانوں سے کم نہیں ہے۔اسے بجا طور پر لینگوا افریکا کہا جاتا ہے۔اردو دنیا کی نئی علمی ادبی زبان ہے۔اس کا ادب معیاری، متنوع اور وسیع ہے۔جنوبی ایشیائی زبانوں میں اپنی شاعری کے حوالے سے معروف و مقبول ہے۔ اس کی عمومیت، مقبولیت اور ہر دل عزیزی کا یہ عالم ہے کہ برصغیر پاک و ہند کے تقریباً ہر خطے کے لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اردو ہماری ہے۔اردو نوزائیدہ زبان ضرور ہے لیکن انگریزی زبان کی طرح اپنا تاریخی، سیاسی، سماجی، معاشرتی، تہذیبی اور ثقافتی پس منظر رکھتی ہے۔اسے ہندو مسلم تہذیبوں کے ادغام نے پروان چڑھایا ہے۔ڈاکٹر انور سدید نے اردو زبان کو ہند اسلامی تہذیبی کا بہترین ثمر قرار دیا ہے۔(۹) اردو مشرقی تہذیب کی نمائندہ زبان ہونے کے علاوہ ہندو مسلم تہذیبوں کے اتحاد کی علامت اور اُن کی قومی تہذیب کا نشان بھی ہے۔لیکن انگریز اور دیگر مستشرقین نے اسے اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے محض مسلمانوں کی زبان بنا کر پیش کیا۔جب انگریزوں نے اردو کو فارسی زبان کے مقابلے میں سرکاری زبان کا درجہ دیا تو ہندو کے ہاں احساس کمتری اجاگر ہوا جس وجہ سے اردو سے اُن کی الفت اور محبت نفرت اور دشمنی میں بدل گئی۔جس کا کھل کر اظہار انھوں نے اردو ہندی تنازعہ کے تناظر میں کیا۔یوں اردو کی حیثیت مسلمانوں کی زبان کے طور پر قائم ہو گئی۔ہندو مسلم اتحاد کے سفیر سرسید احمد خاں پر یہ واضح ہو گیا کہ ہندو اردو کو زبان کے طور پر محض اس لیے قبول نہیں کر رہے کہ یہ مسلمانوں کی زبان ہے،اس میں سنسکرت کی بجائے عربی اور فارسی کے الفاظ کثرت سے موجود ہیں۔سرسید پہلی بار یہ سوچنے پر مجبور ہوئے تھے کہ برصغیر پاک و ہند میں ایک نہیں بلکہ دو قومیں ہیں۔اس طرح سے اردو نے دو قومی نظریے کے بنیادی محرک کے طور پر کام کیا۔پاکستان کی اساس دو قومی نظریے پر ہے اور دو قومی نظریے کی بنیاد اردو زبان کی پہچان اور تشخص پر قائم ہے۔پاکستان اور اردو ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔بابائے اردو مولوی عبد الحق اردو اور پاکستان کے تعلق پر روشنی ان الفاظ میں ڈالتے ہیں:

"میر اپنا یہ عقیدہ ہے کہ جو
جو چیزیں پاکستان کے قیام
اور اس کی عمارت کی سنگِ
بنیاد تصور کی جاتی ہیں ان
میں سے ایک اردو ہے۔اس کو
ہلانا اور مٹانا پاکستان کو ہلانا
اور مٹانا ہے۔"(۱۰)

اردو زبان کے آغاز و ارتقا کے متعلق جتنے نظریے ملتے ہیں ان میں حافظ محمود شیرانی کے نظریے کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔اس نظریے کے مطابق اردو زبان کا مولد پنجاب ہے۔حافظ محمود شیرانی نے تاریخی اور لسانی طور پر جو استدلال پیش کیا ہے اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اردو نے پنجاب میں جنم لینے کے بعد برصغیر پاک و ہند کے دیگر علاقوں میں فروغ پایا ہے۔۱۹۴۷ء میں پاکستان قائم ہوا،اردو کو بطور قومی زبان دستاویزی طور پر تسلیم کر لیا گیا اور اردو اپنی جنم بھومی کی طرف لوٹ آئی۔جس سے اردو زبان کی اہمیت و افادیت میں اور اضافہ ہو گیا۔

اب اردو زبان کو بطور قومی زبان بہت سے چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا۔ایک طرف تو اسے نئی مملکت کے مسائل کو پیش کرنا، تہذیب و ثقافت اور کلچر کو فروغ دینا تھا اور دوسری طرف اُس جاگیر دار طبقے سے نبرد آزما ہونا تھا جو پاکستان کے قیام کا مخالف تھا۔اردو نے ان مشکلات کے باوجود خود کو نئی مملکت کے تقاضوں سے ہم آہنگ کیا۔پاکستان کی تہذیب و ثقافت اور کلچر رنگا رنگی اور تنوع کا حامل ہے۔اس کی بنیادوں میں مقامی اور بین الاقوامی تہذیبوں کے عناصر شامل ہیں جن سے ایک وحدت تشکیل دینا انتہائی مشکل امر ہے، لیکن اردو ایک ایسی زبان ہے جو مقامی اور بین الاقوامی تہذیبوں کے مابین توازن اور ہم آہنگی پیدا کر کے ایک وحدت کی صورت میں،اس طرح سے پیش کرتی ہے کہ مقامی تاریخ و تہذیب کا انسلاک ملت کی تاریخ و تہذیب سے ہو جاتا ہے۔فرد کو مقامیت سے وسعت ملتی ہے اور وہ ایک وسیع ماحول سے آشنا ہوتا ہے۔جیلانی کامران لکھتے ہیں:

"اردو زبان کے ساتھ ہم نہ صرف
اپنے ملی ورثے سے آشنا ہوتے ہیں

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

بلکہ عصر حاضر میں اس کے بین
الاقوامی مرتبے کی تصدیق بھی
کرتے ہیں۔"(۱۱)

اردو ہمارے قومی اور ملی ورثے کی امین اور محافظ ہونے کے ساتھ علاقائی زبانوں اور اُن کی تہذیب وثقافت کی ترجمان ہے۔اس میں یگانگت کا عنصر اس قدر موجود ہے کہ یہ پاکستان کی مختلف اکائیوں یعنی صوبوں کو ایک یونٹ کے طور پر متحد کر سکتی ہے:

"پاکستان کی اسلامی مملکت کی
قومی زبان اردو ہو گی اور یہ
ہمارے وطن موعود کے مختلف
علاقوں اور عناصر میں اتحاد و یک
جہتی کی شان پیدا کرے گ

اردو زبان کی ترقی وترویج دراصل پاکستان کی ترقی و کامرانی کی ضامن ہے۔اردو کے قومی اور سرکاری سطح پر نفاذ کے مانع وہ استعماری اور استحصالی قوتیں ہیں جو پاکستان کی ترقی اور خوش حالی کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔یہ قوتیں مختلف حربوں اور طریقوں سے یہ شعور اجاگر کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہیں کہ انگریزی بین الاقوامی زبان ہے،انگریزی ہی وہ زبان ہے جس کے وساطت سے ترقی حاصل کی جاسکتی ہے۔استعماری اور استحصالی طبقہ پاکستانی حکمرانوں کے ذریعے پاکستان کی سرکاری سطح پر انگریزی کا اقتدار قائم کیے ہوئے ہے جو قومی زبان کے حقوق پر توڈاکہ ہے ہی ساتھ ملک و قوم کی تہذیب و تمدن،بقا، سلامتی اور سالمیت کے ساتھ بھی غداری ہے۔قوموں میں سوچ فکر، آزاد خیالی اتحاد ،یگانگت اور یک جہتی کے فروغ میں قومی زبانیں بڑا نمایاں کردار ادا کرتی ہیں۔قومی زبان ہی کے ذریعے ملک و قوم کے مختلف علاقوں اور مقامی زبانوں میں رابطہ استوار ہوتا ہے۔رائے عامہ اور مکالمے کو فروغ ملتا ہے۔جس سے مختلف سوچ فکر، مختلف مذاہب، مختلف برادریوں اور مختلف تہذیبوں ثقافت سے تعلق رکھنے والے افراد ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں،اور ایک قوم بن جاتے ہیں۔قومی زبان ہی کی بدولت انفرادی قوتیں مجتمع ہو کر قومی طاقت کا سبب بنتی ہیں۔ڈاکٹر فرمان فتح پوری اس بات کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

"اس قسم کی قومی یگانگت جو
آزادی اور آزاد مملکتوں کی ترقی
کی ضمانت ہے دے سکے، بالعموم
قومی زبان سے پیدا ہوتی ہے۔قوم
بغیر قومی زبان کے گونگی اور بے
وقعت اور زبان بغیر قوم کے غیر
موثر و بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔"(۱۳)

قوم اور قومی زبان ایک دوسرے کے لیے ناگزیر ہیں۔بحیثیت قوم، اگر ہمیں زندہ رہنا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم اردو کو ملکی، قومی اور سرکاری سطح پر فروغ دیں۔اسے محض دستاویز یا کاغذی کاروائی تک محدود نہ رکھیں۔اردو ثقافتی اور ملی ورثے کی امین اور ہماری قومی تہذیب کا نشان ہے۔اس کا تحفظ ہمارے لیے ایمان کا درجہ رکھتا ہے:

"پاکستان کے چار ستون ہیں
یعنی اسلام، اتحاد آزادی اور

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

اردو قائد اعظم نے ان چار
ستونوں کی حفاظت کی خاص
خاص طور پر ہدایت کی اور
اردو زبان کی اہمیت کا احساس
دلایا اور اس کے تحفظ کی تلقین
کی جس طرح یہ حقیقت ہے کہ
دین اسلام پاکستان کی بنیاد کا
پہلا پتھر ہے بالکل اسی طرح اردو
زبان بھی پاکستان کی بنیاد کا
دوسرا پتھر ہے۔"(۱۴)

اردو کا سرکاری سطح پر نفاذ، پاکستان کے لیے ایک ایسی قوت کا پیش خیمہ بن سکتا ہے جو نا قابل تسخیر ہو۔ اردو قومی وحدت، قومی یک جہتی کو فروغ دے کر وحدت ملت کا تصور اجاگر کر کے ملک و قوم کی سالمیت کو پروان چڑھا سکتی ہے۔ اردو پاکستان کی سیاسی اور جغرافیائی سالمیت کی ضامن ہونے کے ساتھ اس کے نظریہ حیات اور اس کی نظریاتی بنیادوں کی تکمیل بھی کرتی ہے۔ رشید اشرف ندوی کے مطابق:

"نظریہ پاکستان کے تحفظ و بقا
کے لیے ہم اردو کے محتاج ہیں اور
اردو ہماری شدید ضرورت ہے۔"(۱۵)

اردو کے نفاذ کا مسئلہ محض ایک زبان کا مسئلہ نہیں بلکہ قومی اور ملی تہذیب و ثقافت اور کلچر کا مسئلہ ہے جو پاکستان کی پہچان ہے، جو پاکستان کا رشتہ صدیوں پر محیط تاریخ کے ساتھ جوڑتا ہے۔ اس کے بغیر پاکستان کا وجود اور شناخت معدوم ہو سکتی ہے۔ پاکستانی قوم کا اعتماد اردو کے نفاذ کے ساتھ وابستہ ہے۔ نوجوان طبقہ کسی بھی ملک و قوم کا قیمیتی سرمایہ ہوتا ہے۔ پاکستانی نوجوان طبقہ اس وقت مایوسی کا شکار ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ روزگار اور دیگر معاشی وسائل پر انگریزی تربیت یافتہ افراد کا قبضہ ہے۔ ملک و قوم کا قیمیتی سرمایہ، وقت اور انفرادی قوت کا بہت زیادہ حصہ اس وجہ سے ضائع ہو رہا ہے کہ اردو کا سرکاری سطح پر کوئی عمل دخل نہیں ہے۔

حکمران طبقے اور عوام کے مابین جو مغائرت پنپ رہی ہے اس کا سدباب بھی اردو کے نفاذ میں مضمر ہے۔ اردو کے نفاذ کے ذریعے اعلیٰ اور ادنی طبقے کو ایک دوسرے سے قریب کیا جا سکتا ہے۔ جس سے شدت پسندی میں واضح طور پر کمی آئے گی اور ملک میں داخلی طور پر نظم وضبط قائم ہو گا۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری "زبان اور اردو زبان" میں لکھتے ہیں:

"اردو پاکستان کی ایسی وسیع
زبان ہے جو مخلوط ہونے کی وجہ
سے ہر صوبہ اور ہر خطے کے
لوگوں کے لیے جذب وکشش کا
سامان رکھتی ہے اور اپنی اس
خصوصیت کی بنا پر وہ ملک کے
داخلی نظم وضبط اور افراد کے

باہم میل جول، پاکستانی قومیت

کے استحکام اور ملکی سالمیت

میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔"(١٦)

اردو زبان کے پاس وہ تمام وسائل موجود ہیں جو تعلیمی، دفتری، عدالتی اور دیگر سرکاری امور کی سرپرستی کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔ اردو زبان علمی، ادبی، تحقیقی ، تنقیدی، دفتری، عدالتی اور دیگر شعبہ جاتی اصطلاحات کے خزانے سے مالا مال ہے مزید یہ کہ ضرورت کے تحت اصطلاح سازی بھی کر سکتی ہے۔ آج اکیسویں صدی کے تناظر میں دیکھا جائے تو اردو نے ان تمام وسائل کو مجتمع کر لیا ہے جن کی مدد سے تعلیم اور ٹیکنالوجی کے میدان میں انقلاب برپا کیا جا سکتا ہے۔ مفاد پرست اور ملک دشمن عناصر مقامیت کی بنیاد پر پاکستان میں فتنہ، فساد اور انتشار پھیلاتے ہیں۔ جس سے ملک و قوم کی سلامتی اور سالمیت کو خطرہ لاحق ہے۔ اپنے ملک عزیز پاکستان کو اگر صحیح سالم دیکھنے چاہتے ہیں تو جتنی جلدی ممکن ہو اردو کا نفاذ سرکاری سطح پر کرنا چاہیے تاکہ شر انگیز قوتوں کو شر پھیلانے کا موقع نہ ملے۔

حوالہ جات

١۔ سلطان محمود شاهین، "قومی زبان اردو"، مشمولہ، "اخبار اردو"، ماهنامہ، جلد ٨، شمارہ ٤(اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، اپریل ١٩٩١ء)، ص ١٧

٢۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، "اردو: قومی یک جہتی اور پاکستان" (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ١٩٩٢ء)، ص ١١

٣۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، "اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ" (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ٢٠١٣ء)، ص ٩٧

٤۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، "قومی زبان اور دیگر پاکستانی زبانیں" (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ١٩٨٦ء)، ص ٥

٥۔ فرمان فتح پوری ڈاکٹر، "زبان اور اردو زبان" (کراچی: قمر کتاب گھر، ١٩٨٠ء)، ص ٦

٦۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، رشید اختر، ندوی "قومی زبان اور دیگر پاکستانی زبانیں"، ص ٨

٧۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، "زبان اور اردو زبان"، ص ٥

٨۔ انور سدید، ڈاکٹر، "اردو ادب کی تاریخ" (لاہور: عزیز بک ڈپو، ایڈیشن دہم، ١٤-٢٠١٣ء)، ص ٥٤

٩۔ ایضاً، ص ٣٣

١٠۔ عبدالحق، مولوی، "پاکستان میں اردو کا المیہ" (پاکستان: انجمن ترقی اردو، س۔ن)، ص ٢٦

١١۔ جیلانی کامران، پروفیسر، "قومی زبان اور علاقائی زبانوں کا رشتہ" (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ١٩٨٥ء)، ص ٦

١٢۔ عبدالحق، مولوی، "پاکستان میں اردو کا المیہ"، ص ٢

١٣۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، "اردو: قومی یکجہتی اور پاکستان"، ص ٦

١٤۔ خالد اقبال، "قیام پاکستان میں اردو کا کردار"، مشمولہ، "اخبار اردو"، ص ٢٧

١٥۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، رشید اختر، ندوی، "قومی زبان اور دیگر پاکستانی زبانیں"، ص ٤

١٦۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، "زبان اور اردو زبان"، ص ١٠